

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## اشارات

جمادی الاولیٰ کے اشارات میں نماز کے تعلق ”حق گو“ صاحب کے نتائج افکار پر جو بحث کی گئی تھی اس کو دیکھ کر ایک صاحب لکھتے ہیں۔

جہاں تک اوقات نماز کا تعلق ہے، آپ نے ”حق گو“ کے شبہات کو اس طرح دور کر دیا ہے کہ کسی بحث و کلام کی گنجائش باقی نہیں رہی لیکن جہاں آپ نے یہ بتایا ہے کہ انسان کی عملی زندگی پر نماز کا کیا اثر مرتب ہوتا ہے، اور نماز کس طرح انسان کو اطاعت احکام الہی کا خوگر بناتی اور اس میں فرض شناسی کا مادہ پیدا کرتی، اور اسے زندگی کے معاملات میں اسلام کے فیصلے کی پابندی کرنے کے قابل بناتی ہے، وہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے جس کا کوئی جواب میری سمجھ میں نہیں آتا۔ نظریہ کی حد تک میں مانتا ہوں کہ نماز، اور صرف نماز ہی نہیں، اسلام کی دوسری فرض عبادات بھی اسی غرض کے لیے رکھی گئی ہیں کہ انسان کی عملی زندگی پر ان کا اثر مرتب ہو، اور ان کے لئے جو صورت مقرر کی گئی ہے، وہ یقیناً ایسی ہے کہ اس کا وہی اثر اخلاق، سیرت اور کردار پر مرتب ہونا چاہئے جو مقصود ہے، مگر اس کی کیا وجہ ہے کہ آج ہم اس اثر کو مسلمانوں کی عملی زندگی میں منفق و پاتے ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ نماز پڑھنے والے، روزہ رکھنے والے، حج اور زکوٰۃ ادا کرنے والے مسلمان اسلامی اخلاق کے نمونے ہوتے، صداقت امانت تقویٰ و طہارت کے پتے ہوتے

مگر واقعہ اس کے خلاف نظر آتا ہے۔ نمازیوں روزہ داروں اور حاجیوں کو ہم باعتبار اخلاق و معاملات ان لوگوں سے کچھ بھی مختلف نہیں پاتے جو نماز روزہ اور دوسری عبادات کے تارک ہیں۔ بلکہ بہت سے عبادت گزار لوگوں کا حال تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ انھوں نے اپنی عبادت گزاری کو اپنے معاملات کی خرابی کے لیے سپر بنا رکھا ہے اور ان کے اعمال کی خرابیوں کو دیکھ دیکھ کر اکثر نئے قیلم یافتہ حضرات خود نماز روزے کی طرف سے بدگمان ہوتے جاتے ہیں۔

مستعرض نے جو شبہ ظاہر کیا ہے وہ ایک عام شبہ ہے اور اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ایک حد تک واقعات پر مبنی ہے۔ مگر اس میں کوئی ایسا اسٹال نہیں جس کے حل میں دشواری ہو معترض خود تسلیم کرتا ہے کہ اسلامی عبادات کا نظریہ اپنی جگہ بالکل درست ہے عقل حکم لگاتی ہے کہ جس غرض کے لیے یہ عبادات فرض کی گئی ہیں، وہ ان سے بدرجہ اتم پوری ہونی چاہیے کیونکہ انسان کے نفس کو خدا کی طرف متوجہ کرنے اور احکام خداوندی کی اطاعت کا خوگر بنانے کے لیے اس سے بہتر کوئی عملی طریقہ نہیں ہو سکتا تاہم گواہ ہے کہ عالم واقعہ میں بھی اس نظریہ کی صحت ثابت ہو چکی ہے، قرآن ادنیٰ میں اسی نماز روزے اور حج و زکوٰۃ نے اسلام کے نصب العین کے مطابق عرب و عجم کے لاکھوں کروڑوں انسانوں کی روحانی و اخلاقی تربیت کی ہے، اور ان کے اخلاق و سیرت اور کردار پر وہی اثر ڈالا ہے جو اسلام کا مقصود تھا۔ اب اگر ہم کسی شخص یا جماعت کی عملی زندگی میں ان عبادات کے وہ اثرات نہیں دیکھتے، تو عبادات کی قوت تاثیر میں شبہ کرنے کے بجائے ہم کو یہ سمجھنا چاہیے کہ نفس کی قوت تاثیر ماؤں ہو گئی ہے ہم جانتے ہیں کہ آگ لکڑی کو جلا دیتی ہے۔ تجربہ و مشاہدہ کی تھوڑی سی اس امر میں کسی شبہ کی گنجائش باقی نہیں رکھی ہے کہ آگ کا کام جلانا اور لکڑی کا کام جلانا ہے۔ اس یقینی علم کے بعد اگر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کسی لکڑی کو آگ پر رکھا جاتا ہے اور وہ نہیں جلتی تو ہم کو یہ گمان نہیں ہوتا کہ آگ بن جلانے کی قوت نہیں ہے بلکہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ لکڑی کی گئی ہے

اس میں آگ کا اثر قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ بالکل اسی طرح جس طریق تربیت و ہدایت کے متعلق از روئے عقل ہم جانتے ہیں کہ نفوس پر اس سے ایک خاص اثر مرتب ہونا چاہیے اور اس کی عین فطرت اس کی مقتضی ہے کہ اس سے نفوس پر وہی اثر مرتب ہو، اور تجربہ سے ثابت بھی ہو چکا ہے کہ مختلف زمانوں اور مختلف حالات میں بے شمار نفوس پر فی الواقع وہی اثر مرتب ہوا ہے، اس کی تاثیر کو اگر ہم بعض نفوس کے حق میں ناکام دیکھتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ہمارے دل میں اس کی تاثیر کے متعلق کوئی شک پیدا ہو؟ کیوں نہ ہم سمجھیں کہ گیلی لکڑی کی طرح ان نفوس میں بھی اثر قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہے؟

نماز اپنی ظاہری صورت میں اس کے سوا کچھ نہیں کہ اوقات مقررہ پر چند جسمانی حرکات کا اعادہ اور چند مقرر الفاظ کی تکرار ہے۔ یہی حال دوسری عبادات کا بھی ہے۔ ایک خاص مہینے میں صبح سے شام تک اکل و شرب اور صحبت سے مجتنب رہے، اس کا نام روزہ ہو گیا۔ سال میں ایک مرتبہ اپنے مال میں سے ایک مقرر مقدار کو محض سبب مصارف کے لئے نخل دیا۔ یہ زکوٰۃ ہو گئی۔ ایک خاص زمانہ میں حجاز کا سفر کیا اور مخصوص مقامات پر چند مناسک ادا کر دیے، یہ حج ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ بجائے خود ان افعال میں کوئی ایسی چیز نہیں جو انسان کے نفس پر اثر انداز ہو سکتی ہو مگر وہ افعال ہونے کے لحاظ سے نماز اور ایک جسمانی ورزش، روزے اور فلقے، زکوٰۃ اور سرکاری ٹیکس، حج اور عام سفروں کے درمیان کچھ بھی فرق نہیں، اور کوئی صاحب عقل یہ نہیں کہہ سکتا کہ ورزش جسمانی سے روح میں لطافت پیدا ہوتی ہے، یا فاقہ کرنے سے اخلاقی تربیت ہوتی ہے، یا ٹیکس ادا کرنے اور کسی مقام کا سفر کر آنے سے انسان میں علمی درجہ کے اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں۔ مگر جو چیز ان اعمال کو دوسرے افعال سے ممتاز کرتی اور ان کو تہذیب اخلاق و تزکیہ نفس و تصفیہ روح کا ایک بہترین ذریعہ بناتی ہے وہ ایمان ہے۔ ایمان ہی رکوع و سجود اور قیام و قعود کو ”نماز“ بناتا ہے۔ وہی فلقے کو ”روزے“ میں تبدیل کر دیتا ہے۔ وہی

سبکیں کی ماہیت میں انقلاب پیدا کر کے اسے ”زکوٰۃ“ کا بلند مرتبہ بنائے۔ وہی ایک خاص قسم کے سفر کو سیر  
 سیاحت کے ادائیگی مقام سے اٹھا کر ”حج“ کے اعلیٰ مقام پر پہنچا دیتا ہے۔ وہ حقیقت تمام عبادات کی روح  
 اور ان کا جوہر ہے۔ اسی سے ارکان عبادت میں معنویت پیدا ہوتی ہے، وہی ان ارکان کو تاثیر کی قوت  
 بخشتا ہے اور نفس میں ان سے متاثر ہونے کی استعداد پیدا کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص خدا اور یوم آخر پر ایمان  
 رکھتا ہو، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول مانتا ہو، اور ان کی نائی ہو، تعلیم کو خدا کی تعلیم سمجھتا ہو، تو  
 ممکن نہیں کہ وہ دن میں پانچ وقت خدا کو یاد کرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھائے ہوئے سبق کو  
 دہرائے اور پھر بھی اس کی لوح دل اس بادل کے اثر سے یکسر خالی رہے، اور اس کی روزمرہ کی زندگی میں  
 خوف خدا اور اطاعت احکام الہی کا کوئی نشان بھی نمایاں نہ ہو۔ ہر سال پورے ایک مہینے تک سخت ضو<sup>ط</sup>  
 کے ماتحت تقویٰ اور خشیت الہی کی تربیت پاتا رہے۔ اور پھر بھی اس کی زندگی میں قطعاً کوئی انقلاب نہ  
 حتیٰ کہ وہ بالکل ایسا رہے گویا اس نے یہ تربیت پائی ہی نہیں۔ خالص ایمان بالغیب کی تحریک ہر سال  
 اپنے محبوب مال کی قربانی کرتا رہے اور پھر بھی اُسی شے نفس اور قسادت قلب اور حرام خوری و خود غرضی  
 کے عرض میں مبتلا رہے جو ایک بے ایمان زور پرست انسان میں پائی جاتی ہے۔ اپنے رب کی پکار پر  
 کہتا ہوا اپنا گھر بار چھوڑ کر اپنے مفید و محبوب مشاغل ترک کر کے فقیرانہ لباس پہن کر نکلے ایک مدت دراز  
 اسی شوق اور عشق کی لگن دل میں لیے ہوئے سفر کرے یہاں تک کہ مرکز اسلام میں پہنچ کر اپنی آنکھوں کے  
 اللہ کی ان روشن نشانیوں کا مشاہدہ کر لے جو خدا کے سچے اور مطیع فرمان بندوں کی سرفرازیوں، اور  
 سرکشوں کی نامرادیوں پر کھلی گواہی دے رہی ہیں، اور پھر بھی جب واپس آئے تو اس سفر کے آثار  
 اور ان نتائج سے اس کی سیرت ایسی معزا ہو کہ گویا وہ کہیں گیا ہی نہیں اور اس کی آنکھوں نے کچھ  
 دیکھا ہی نہیں۔ یہ ضرور ہے کہ کمیت و کیفیت کے اعتبار سے ہر نفس پر ان عبادات کی تاثیرات  
 یکساں نہیں ہو سکتیں۔ نفوس کی استعدادات اور قوت ایمانی کی شدت و ضعف کے لحاظ سے ان کا

کم و بیش اور شدید و ضعیف ہونا ایک امر فطری ہے لیکن ایمان کے ساتھ جو عبادت کی جائے اس کا بالکل بے اثر ہونا تو یقیناً غیر ممکن ہے، اور ہم قطعیت کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ جو شخص نماز کو فٹا، وشکر کے ساتھ جمع کرے، جس کی زندگی میں روزہ اور فق ایک ساتھ پائے جائیں جن کی سیرت میں حرام یا زکوٰۃ اور شح نفس دونوں بہم ہوں، جو حج اور ہتک حرمت کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا دے، وہ درحقیقت مومن نہیں، منافق ہے۔ اس کی نماز نماز ہی نہیں ایک عادی حرکت ہے۔ اس کا روزہ روزہ نہ نہیں فاقہ ہے، اس کی زکوٰۃ زکوٰۃ نہیں چندہ یا ٹیکس ہے۔ اس کا حج حج نہیں بلکہ اس کے لیے ویسا ہی ایک سفر ہے جیسا پیرس اور لندن کا سفر۔

یہ جو کچھ کہا گیا، اس کے مصداق صرف وہی لوگ ہیں جن کی سیرت اور کردار برا مقرر ص کے بیان کے مطابق عبادات اسلامی کا کوئی اثر مترتب نہیں ہوتا۔ لیکن مجھے تسلیم کرنے سے انکار ہے کہ مسلمانوں جتنے نمازی، روزہ دار، زکوٰۃ کے پابند، اور حج ادا کرنا دے ہیں۔ سب کے لیے ہی ہیں مگر ہے کہ ایک قسم کے منافقین پر بھی شامل ہو، لیکن الحمد للہ کہ اکثریت کا یہ حال نہیں ہے۔ اکثریت جس مرض میں مبتلا ہے وہ نفاق نہیں، ضعف ایمانی ہے، اور اسی ضعف کا یہ نتیجہ ہے کہ عبادات کی تاثیریں ضعیف ہو گئی ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، حج بھی کرتے ہیں مگر سب چیزیں دلوں کو مس کرتی ہوئی اس طرح گزر جاتی ہیں، جیسے بھاپ آئینے کی سطح پر ایک ہلکی سی غبار چھوڑ کر گزر جاتی ہے اور چند لمحوں میں اس غبار کی کوئی بھی کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔ یہ تاثیر کا عدم نہیں بلکہ اس کا ضعف ہے۔ ایمان کی چنگاں دلوں میں دبی چھپی ایسا بھی موجود ہیں، اور ان کی حرارت سے عبادتیں کچھ نہ کچھ اثر ضرور کرتی ہیں لیکن یہ اثر اتنا کمزور ہوتا ہے کہ عبادت گزاروں کی سیرت اور کردار میں اس کے نشانات زیادہ نمایاں نہیں ہوتے۔ ان کے اخلاق و معاملات اور عبادت نہ کرنے والوں کے اخلاق و معاملات میں بہت ہی



تخفیف سافرق ہوتا ہے مگر دیکھنے والوں کی نگاہوں میں عبادت گزاروں کی برائیاں زیادہ کھٹکتی ہیں۔ ایک تارک صوم و صلوٰۃ کی بدسیرتی و بد معاملگی اتنی زیادہ بری نہیں معلوم ہوتی جتنی ایک پابند صوم و صلوٰۃ کی بدسیرتی و بد معاملگی کیونکہ تارک کی زندگی میں صرف تاریکی ہی تاریکی ہوتی ہے اس لیے وہ نمایاں نہیں ہوتی۔ اور عامل کی زندگی میں تاریکی کے پہلو بہ پہلو نور بھی ہوتا ہے جو اس کو نمایاں کرتا ہے۔ تارک سے دنیا کسی لمبہ دی اخلاق پاکیزگی سیرت اور حسن معاشرت کی توقع ہی نہیں رکھتی اس لیے اگر اس سے برے اخلاق و اعمال کا ظہور ہو تو اس کو زیادہ بری نگاہوں سے نہیں دیکھا جاتا لیکن جب ایک نمازی روزہ دار شخص برے افعال کا ارتکاب کرتا ہے تو دیکھنے والوں کو سخت تکلیف ہوتی ہے کیونکہ اس کی نماز اور اس کے روزے کو دیکھ کر دنیا اس سے فضائل و حسنات کے صدور کی توقع رکھتی ہے۔

ایک اور چیز جس کا ہماری عبادتوں کو ضعیف الاثر بنانے میں بڑا حصہ ہے دین اور دنیا کی غلط فہمی کا یہ دوسرا پہلو ہے کہ اعتقاد تھا جس کو اسلام نے بالکل مٹا دیا تھا، مگر نہ معلوم اس نے کس طرح مسلمانوں میں راسخ پائی جا ملیں یہ سمجھتے تھے کہ دین انسانی زندگی کے شعبوں میں سے محض ایک شعبہ ہے جس کا دوسرے شعبوں سے کوئی تعلق نہیں۔ مذہبی رسوم، عبادات اور قربانیاں محض اس لیے ضروری ہیں کہ خدا یا دہوتا کو خوش کیا جائے، اور زندگی کے معاملات میں ان کی تائید حاصل کی جائے۔ ان فرائض کو انجام دے کر جب انسان عبادت گزار ہوں سے باہر نکلے تو مذہب کی طرف سے اس پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی اور وہ مختار ہوتا ہے کہ دنیا کے معاملات میں جس ڈھنگ پر چاہے چلائے۔

اسلام نے اس غلط فہمی کو مٹایا، دین کو زندگی کا ایک شعبہ نہیں بلکہ پوری زندگی کا نظام العمل قرار دیا۔ عقائد اور اخلاق، ایمان اور سیرت، عبادات اور معاملات، مذہبی اعمال اور دنیوی اعمال کے درمیان ایک گہرا ربط قائم کیا۔ اور انسان کی دنیوی زندگی ہی کو باطلیہ دینی زندگی بنا دیا۔

اس کے نقطہ نظر سے دین اس دنیا کے معاملات سے الگ کوئی چیز نہیں ہے، بلکہ اسی دنیا کے کاروبار میں اللہ کے قانون کی پیروی اور اس کے مقرر کئے ہوئے حدود کی پابندی اور اس کے مرضات کے اتباع کا نام دین ہے۔ عبادات اور معاملات دو مختلف چیزیں نہیں ہیں، بلکہ معاملات ہی میں حدود اللہ کی پابندی اور خوشنودی الہی کی طلب اور تقرب الی اللہ کی سعی کا نام عبادت ہے۔ نماز روزے اور حج و زکوٰۃ کو عبادت اور فرض قرار دینے کا یہ مقصد نہیں کہ عبادت کو انہی اعمال میں منحصر کر دیا جائے۔ بلکہ یہ اعمال دراصل انسان کو اس بڑی عبادت کے لیے مستعد کرنے والے ہیں جس کا دائرہ اس کی پوری زندگی پر وسیع ہے۔ مسلمان کی عبادت نگاہ پوری کائنات ہے، اس کی ساری زندگی عبادت ہے، اس کو ہر آن خدا کا عبادت گزار بندہ ہونا چاہیے۔ اس کا معبد صرف اس کی مسجد تک محدود نہیں بلکہ مسجد اس کی تربیت گاہ ہے جہاں وہ عبادت کی قابلیت پیدا کرتا ہے، اگر اس کی نماز اور اس کے روزے اور اس کی دوسری عبادتوں کا ربط اس کے معاملات سے منقطع ہو جائے اور وہ اپنی زندگی کے اعمال میں قانون الہی کے اتباع سے آزاد ہو تو محض صوم و صلوٰۃ کی پابندی سے وہ دین دار اور عبادت گزار بندہ نہیں بن سکتا۔

اب جو ہے کہ دین کا یہ تصور رفتہ رفتہ مسلمانوں کے ذہن سے محو ہوتا جا رہا ہے۔ اور دین و دنیا کی علیحدگی کا دہی جاہلی تصور اس کی جگہ لے رہا ہے جس کو اسلام نے مٹا دیا تھا۔ یہ اسی غلط تصور کا نتیجہ ہے کہ عبادات اور معاملات کا باہمی تعلق منقطع ہو گیا یعنی زندگی سے نمازوں کا ربط ٹوٹ گیا معاشیات پر زکوٰۃ کی فرمانروائی باقی نہ رہی رسال کے گیارہ مہینے رمضان کی حکومت سے آزاد ہو گئے بلکہ رمضان غریب خود اپنے حدود میں بھی محض خلق کا دربان بنا کر ٹھہرا دیا گیا۔ حج کی حیثیت ہندوؤں کی جاترا اور عیسائیوں کے Pilgrimage سے زیادہ نہ رہی، اور یہ سمجھ لیا گیا کہ نماز اور فحشا و منکر روزے اور غنم و غنم زکوٰۃ اور حرام خوری حج اور ہتک حرمت ساتھ ساتھ چل سکتے ہیں۔